إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

اللہ اکبر

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر: غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ الفضل قادیان

فی پرچہ ۱/

نمبر ۹ | ۱۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۲ھ | یوم یکشنبہ | مطابق ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

فیروز پور کی اطلاعات منتظر ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۲۷ جنوری بروز ہفتہ قادیان تشریف لے آئیں گے۔

قادیان کے طلبار کی "بزم احمدؐ" نے ایک مناظرہ ۲۵ جنوری بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کیا جس کا موضوع تھا۔ کہ "ہندوستان میں تعلیمی زبان اردو ہو یا انگریزی" ہر دو جانب سے نوجوانوں نے برجستہ تقریریں کیں۔

سمال ٹاؤن کمیٹی قادیان کے نئے انتخاب میں محلہ دار الفضل کی طرف سے چودھری غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ اور محلہ دار الرحمت کی طرف سے قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے منتخب ہوئے۔ چودھری صاحب موصوف کو کمیٹی کا پریذیڈنٹ منتخب کیا گیا ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخالفین کی گالیوں پر صبر کرنا چاہیئے

(فرمودہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء)

فرمایا "صبر کرنا چاہیئے۔ ان گالیوں سے کیا ہوتا ہے۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت لوگ آپ کی مذمت کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو نعوذ باللہ مُذَمَّم کہا کرتے تھے۔ تو آپ ہنسکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں ان کی مذمت کو کیا کروں۔ میرا تو نام ہی اللہ تعالےٰ نے محمدؐ رکھا ہوا ہے۔ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی طرح اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھے اور میری نسبت فرمایا ہے۔ یَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنے عرش سے تیری حمد و تعریف کرتا ہے۔ یہ وحی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔

جھوٹ ایسی شے ہے۔ کہ انسان آخر تھک جاتا ہے۔ پھر اگر خدا اپنا فضل کرے۔ اور توفیق دے۔ تو توبہ کرلیتا ہے۔ ورنہ نامراد جاتا ہے۔"

(الحکم ۱۴ فروری سنہ ۱۹۰۳ء)

میرزا مظفر احمد صاحب کی صحت کے متعلق اِطلاع

۲۴۔جنوری ۱۹۳۴ء کو جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے امام مسجد احمدیہ لنڈن کی طرف سے حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کو جو تار موصول ہوا۔ وُہ مظہر ہے۔ کہ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے قابلِ اطمینان طور پر ترقی کر رہی ہے۔ احباب دعائے صحت جاری رکھیں ‫:‬

"غلام احمد کی جے"

مخمصے سارے ہُوئے جاتے ہیں طے
لا۔ لِمَ۔ اور لانسلّم تا بکے
بول اُٹھا سارا زمانہ تو بھی بول،
اُس جری اللہ" غلام احمد کی جے"

حسن رہتاسی

کارکنان و عہدہ داران بیت المال کے لئے دُعاء

سکرٹریان۔ و آنریری انسپکٹران بیت المال و دیگر عہدہ داران و احباب جماعت جو بیت المال کے کام میں خاص طور پر دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔ اور اُن انجمنوں کے لئے جنہوں نے اپنا چندہ بجٹ کے مطابق داخل کرایا ہے۔ انہیں رمضان کے درس القرآن کے خاتمے کی دُعا کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور نام بنام پیش کر کے دُعا کرائی گئی ہے ‫:‬

نیز اُن انجمنوں و عہدہ داروں کے لئے بھی۔ جو بیت المال کے کام میں اپنی کارگزاری کے نمایاں نتائج ظاہر نہیں کر سکے۔ دُعا کرائی گئی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں بھی اس خدمتِ دین کے بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ کسی غفلت یا کوتاہی کے باعث خدا تعالیٰ کے اُن انعامات سے محروم ہو جائیں۔ جو اس خدمت کے کما حقہٗ بجا لانے والوں کے لئے مقدر ہیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ آئندہ سب دوست اپنے اپنے کاموں میں باقاعدگی اختیار کر کے اپنی کوششوں کے عمدہ نتائج ظاہر کر کے عنداللہ ماجور اور حضور کی دُعاؤں کے خاص طور پر حقدار بنیں گے ‫:‬

ناظر بیت المال۔ قادیان

مجلس مشاورت ۱۹۳۴ء کے متعلق اعلان

حسب ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جُملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ امسال مجلس مشاورت کا اجلاس انشاء اللہ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۴ء کو بعد نماز جمعہ شروع ہو کر یکم اپریل کی دوپہر تک جاری رہے گا ‫:‬

ضروری ہے۔ کہ اس اعلان کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر اندر تمام جماعتیں باقاعدہ اپنے اجلاس منعقد کر کے مجلس مشاورت کے نمائندگان کا انتخاب کریں۔ اور اس کے متعلق دفتر ھذا میں باقاعدہ اطلاع بھجوائیں۔ یہ بھی ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ کہ ہر جماعت باقاعدہ ایک تحریر اس امر کی تصدیق کی سکرٹری مجلس مشاورت کے پاس بھیجے۔ کہ فلاں فلاں دوست ہماری جماعت کی طرف سے اس سال کے لئے مجلس مشاورت کے نمائندے منتخب کئے گئے ہیں۔ اور نمائندگان جب مشاورت کے موقعہ پر تشریف لائیں تو اس وقت بھی ایک نقل اس تصدیق کی اپنے ہمراہ لائیں ‫:‬

نوٹ:۔ جماعتوں کے امراء بحیثیت امیر ہونے کے بغیر کسی مزید انتخاب کے مجلس مشاورت میں بطور اپنی جماعت کے نمائندے کے شریک ہو سکتے ہیں ‫:‬

(۲۰ جنوری ۱۹۳۴ء)

پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

بابو اکبر علی صاحب اور ڈاکٹر محمد علی صاحب مرحوم

ایک صاحب نیاسا لینڈ افریقہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے الفضل میں بابو اکبر علی صاحب آف ممباسہ کی وفات کی خبر پڑھ کر سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ میں مرحوم سے ذاتی طور پر اس زمانہ سے واقف ہوں۔ جب میں ایک سال ممباسہ میں رہا۔ میں نے مرحوم کو صحیح معنوں میں احمدی پایا۔ کینیا میں مرحوم نے جو نیک نمونہ دکھایا۔ وُہ کسی اور میں مَیں نے نہ دیکھا میں ان کی وفات کی خبر سے سخت مغموم ہُوا۔ مرحوم بہت خوش طبع آدمی تھے۔ اور ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے بابو صاحب کے بھائی ڈاکٹر محمد علی صاحب مرحوم کا نام ابھی تک ممباسہ کی پبلک کی زبان پر ہے۔ ان کا سلوک پبلک سے بہت ہی اچھا تھا۔ اور ہر ایک مذہب کے لوگوں سے ایک شفیق باپ کی طرح پیش آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دونوں بھائیوں پر نزولِ رحمت کرے۔ سچ ہے۔ انسان کی قدر اسکی موت کے بعد ہوتی ہے ‫:‬

بقایا داران ہوزری توجہ فرمائیں

اس وقت تک تمام درخواست کنندگان کے نام مکتوب تخفیف حصص جاری ہو چکے ہوئے ہیں جن میں تخفیص حصص کی رقم کی ادائیگی کے لئے تاریخ دی ہوئی ہے مگر تا حال بعض احباب نے روپیہ ادا نہیں کیا۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا اطلاع کیا جاتا ہے۔ کہ تمام بقایا داران ۹۔فروری تک اپنے بقایا کی رقوم کمپنی کے نام ارسال فرمائیں۔ تاکہ انفرادی یاد دہانیوں پر خواہ مخواہ خرچ نہ کیا جائے۔ اگر اس تاریخ تک روپے وصول نہ ہوئے۔ تو مجبوراً تمام اخراجات شامل کر کے موجبانہ یاد دہانیاں بھجوائی جائینگی۔ ۲۔ اور اس صورت میں بقایا داروں کو اپنے اصل بقایا سے زائد رقوم دینی پڑیں گی۔ چیئرمین بورڈ آف ڈائرکٹرز ‫:‬

سالانہ تبلیغی گوشوارہ کے متعلق اعلان

"الفضل" نمبر ۸۲۔ مورخہ ۹۔جنوری ۱۹۳۴ء میں مَیں نے سالانہ گوشوارہ تبلیغی کارکنانِ جماعت ہائے کا اس لئے شائع کیا تھا۔ کہ وُہ اپنے اپنے کام کو دیکھ لیں۔ اگر کسی کے کام میں کمی دکھائی گئی ہو۔ تو وُہ فوراً اطلاع دیں۔ تاکہ اصل رپورٹ شائع کرنے سے پہلے اصلاح کی جا سکے۔ مگر جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ بہت جلد اپنے اپنے کام کو دیکھ کر اطلاع دیں ‫:‬

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

تبلیغی اشتہارات کا بقایا چندہ ادا کیا جائے

گزشتہ یوم التبلیغ کے موقعہ پر جماعتوں نے اشتہار ندائے ایمان اور تبلیغی دو ورقہ برائے تقسیم قیمتاً منگوائے تھے۔ اکثر جماعتوں کی طرف سے ابھی تک ان کی قیمت نہیں ملی۔ اب چونکہ آئندہ یوم التبلیغ کے موقعہ پر بھی ایک ٹریکٹ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جب تک پچھلا بقایا صاف نہ ہو۔ آئندہ ٹریکٹ شائع کرنے میں وقت پیش آئے گی۔ اس لئے جن جماعتوں کے ذمہ بقایا ہے۔ وُہ بہت جلد اپنا بقایا بھیجدیں ‫:‬

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

جلد ۲۱	قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ شوال ۱۳۵۲ھ	نمبر ۹۰

"پیغام صلح" کیلئے چند حل طلب معمے

مولوی محمد علی صاحب کا بہت سے بہتانات سے تنگ آکر استعفیٰ دینا

"الفضل" کے ایک گزشتہ پرچہ میں "پیغام صلح" کے پیش کردہ ایک معمہ کا حل پیش کرتے ہوئے ہم نے اس سے دو ایک معموں کے حل کے لئے جو درخواست کی تھی۔ وہ ابھی تک شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکی۔ اب اس میں چند اور امور کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

غیر مبائعین کا مصلح

ناظرین کرام کو معلوم ہے۔ کہ غیر مبائعین میں سے ایک شخص جوان کی انجمن میں نہایت ذمہ وارانہ عہدوں پر کام کر چکا ہے حتیٰ کہ ان کی انجمن معتمدین کا رکن ہونے کا بھی اسے شرف حاصل ہو چکا ہے۔ اور "پیغام" کے "حضرت امیر" کی "فیاضی" کا اسی کے الفاظ میں یہاں تک مور دبن چکا ہے۔ کہ باوجود "بہت لاپرواہی سے کام لینے کے" "معمولی انٹرنس پاس کلرک کی حیثیت سے" حضرت امیر" نے اسے "۲۵ روپیہ ماہوار پر رکھ کر" ۹ سال کے عرصہ میں "۸۲ ماہوار تک جا پہونچایا"۔" وہ غیر مبائعین کی اندرونی خرابیوں کی اصلاح کرنے کا مدعی بن کر کھڑا ہوا ہے۔ اور اس وقت تک بہت سے رازہائے سربستہ کا انکشاف کرکے اصلاح کی ضرورت ثابت کر رہا ہے۔

غیر مبائعین کی مجبوری

پہلے پہل تو اس کی ہر بات کو ظاہر میں اس کے دماغی فتور کا نتیجہ قرار دے کر مگر در پردہ ترغیب و تخویف کے ذریعہ اسے خاموش کرانے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے پیچھا چھڑانے کی سعی کی گئی اور اس سے معافی نامہ لکھا کر سمجھ لیا گیا۔ کہ اس سے جان چھوٹی۔ لیکن جب ایک طرف تو اس نے معافی نامہ کی حقیقت ظاہر کرتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ زور شور کے ساتھ رازہائے سربستہ کا اظہار شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف اس کی تحریروں اور اعلانات سے غیر مبائعین میں تہلکہ مچ گیا۔ جس کا اعتراف "پیغام صلح" میں اس طرح کیا گیا ہے۔ کہ

"وہ (غیر مبائعین) حیران ہو جاتے جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ شیخ (غلام محمد) صاحب کی یہ کارروائی ان کے دماغ میں توازن قائم نہ رہنے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ وہ دیکھتے ہیں۔ تمام باتیں جو شیخ صاحب کرتے ہیں۔ وہ غیر معقول و غیر مربوط نہیں ہوتیں"

تو انہیں خاص تردد لاحق ہوا۔ اس کے ساتھ ہی جب غیر مبائع ڈاکٹروں نے یہ بتا کر اور پھر اعلان کر کے۔ کہ "ایسے شخص بھی دماغی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جن کے تمام افعال و اقوال ٹھیک ہوتے ہیں۔ سوائے ایک یا دو خیالات کے جن میں ان کا توازن درست نہیں ہوتا۔" (پیغام ۱۱-جنوری)

سوائے اس کے دعویٰ مصلح موعود کے اس کے دوسرے افعال و اقوال کو ٹھیک قرار دے دیا۔ تو اس کی ان باتوں کو جو غیر مبائعین کے اندرونی معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت اہمیت حاصل ہو گئی۔ اور وہ مجبور ہو گئے۔ کہ مخلصی کی کوئی اور راہ تلاش کریں۔

مقابلہ میں ناکامی

چونکہ ان باتوں کا نشانہ دوسرے لوگوں کے علاوہ مولوی محمد علی صاحب پر سب سے زیادہ بیٹھتا تھا۔ اس لئے جہاں انہوں نے "ماموریت اور مجددیت کے ادعاؤں پر ایک سرسری نظر" کے عنوان سے اشتہار شائع کرکے اپنے مصلح پر بے حد سب و شتم کی بوچھاڑ کی وہاں اس کے مقابلہ کے لئے "احمدیہ ڈیفنس لیگ" بھی قائم کی۔ لیکن نہ تو ان کی "سرسری نظر" کچھ کام آئی۔ اور نہ "ڈیفنس لیگ" ان کی بریت کر سکی۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے ثابت کیا تھا۔ "ڈیفنس لیگ" نے تو لٹیا ہی ڈبو دی۔ اور شیخ غلام محمد صاحب کے عائد کردہ الزامات کو دور کرنے کی بجائے انہیں اور زیادہ مضبوط بنا دیا۔

مجلس منتظمہ کا اعلان

ان مشکلات سے مخلصی پانے کی جب مولوی محمد علی صاحب کے لئے کوئی صورت باقی نہ رہی۔ تو ان کی انجمن کی مجلس منتظمہ کے چند اراکین نے اس اڑے وقت میں ان کی امداد کرنے کی ٹھانی۔ اور ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء کو ایک "ضروری اعلان" مرتب کیا۔ جس میں لکھا۔

"ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بدقسمتی سے کسی دماغی فتور کی وجہ سے معذور ہیں۔ اور جواب کے قابل نہیں بعض افراد نے بعض ذاتی اغراض کے جذبہ کے ماتحت انجمن کو بدنام کرنے کے لئے بہت سے بہتان امیر جماعت کے خلاف لگا کر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے جنکی نوعیت ان اصحاب سے پوشیدہ نہیں جن کو انجمن کے کاروبار سے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی ذات سے عرصہ دراز سے معاملات کا موقعہ حاصل رہا ہے۔ ہم اراکین انجمن اعلان کرتے ہیں۔ کہ وہ جملہ الزامات بالکل بے بنیاد اور لغو ہیں"

پھسپھسی تردید

اس اعلان میں اگرچہ اپنے "مصلح موعود" کے علاوہ اپنے میں سے کئی اور لوگوں کو بھی "دماغی فتور" میں مبتلا قرار دے دیا گیا۔ تاہم یہ بھی تسلیم کر لیا گیا۔ کہ ان میں کئی صحیح الدماغ بھی ایسے ہیں۔ جنہوں نے "بہت سے بہتان امیر جماعت کے خلاف لگا کر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے" لیکن باوجود اس کے ان بہت سے بہتانوں کی تردید نہایت پھسپھسی اور بے دلی کے ساتھ کی گئی۔ یعنی صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا۔ کہ "جملہ الزامات بالکل بے بنیاد اور لغو ہیں" ظاہر ہے۔ یہ کوئی خدائی الہام تو تھا نہیں۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے "بہت سے بہتان "امیر جماعت" کے خلاف لگا کر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے" اسے سنتے ہی آمنا و صدقنا کہہ اٹھتے۔ یہ "امیر جماعت" کے چند ہم نوالہ و ہم پیالہ حامیوں کی بے دلیل اور بے ثبوت رائے تھی۔ جو حق رفاقت ادا کرتے ہوئے انہوں نے اندھا دھند ظاہر کی۔ اس لئے معقولیت سے قطعاً دور اور بہتانوں کا ازالہ کرنے میں بالکل ناکام رہی۔

انجمن کی صدارت سے استعفیٰ

اس بات کو "امیر جماعت" نے بھی سختی سے محسوس کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بالفاظ پیغام (۷-جنوری ۱۹۳۴ء) جلسہ سالانہ کے موقعہ پر انجمن کی جنرل کونسل کا جو اجلاس ہوا۔ اس میں حضرت امیر نے اس بات کا اعلان فرمایا۔ کہ چونکہ ان کے خلاف ایک قسم کا پروپیگنڈا جاری ہے۔ جس کا اثر ان کی ذات تک محدود نہیں۔ بلکہ قوم کو نقصان پہونچ رہا ہے۔ اس لئے وہ اس وقت تک کے لئے جب تک ان کا دامن بعد تفتیش کامل پاک و صاف نہ ہو جائے۔ انجمن کی صدارت سے استعفا دے کر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نائب میر مجلس کو صدر منتخب فرماتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے ۲۲ دسمبر کے اعلان کو جو بہت سے بہتانات کے جواب میں "ممبران مجلس منتظمہ" نے مرتب کیا۔ بالکل ناکافی اور بے اثر سمجھا۔ اسی لئے انہیں اس کے بعد استعفیٰ

داخل کرنے اور تفتیش کامل کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ورنہ اگر اس اعلان کو کافی سمجھتے۔ تو پھر یہاں تک نوبت کیوں پہونچتی۔ بہر حال یہ ظاہر ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کے خلاف ان کی انجمن کے ممبروں نے ہی بہت سے بہتان لگائے۔ ان کے متعلق ممبران مجلس منتظمہ نے ایک اعلان شائع کیا۔ مگر اس سے بہتانوں کا ازالہ نہ ہو سکا۔ اور مولوی صاحب کو مجبور ہو کر استعفےٰ دینا پڑا۔ اور پھر جھٹ پٹ استعفےٰ واپس بھی لے لیا۔ یہ جو کچھ ہوا۔ نہایت ہی عجیب وغریب معموں کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ اور یہی معمے ہم "پیغام صلح" سے حل کرانا چاہتے ہیں۔

امارت سے کیوں استعفےٰ نہ دیا

پہلا معمہ تو یہ ہے۔ کہ جیسا کہ "ممبران مجلس منتظمہ" نے اپنے اعلان میں لکھا۔ کہ "بعض افراد نے بہت سے بہتان امیر جماعت کے خلاف لگا کر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔" نیز آنریری جنرل سکرٹری نے بھی لکھا۔ "حضرت امیر نے اس بات کا اعلان فرمایا۔ کہ ان کے خلاف ایک قسم کا پروپیگنڈا جاری ہے۔" اس سے ثابت ہے۔ کہ "بہت سے بہتان" اور "ایک قسم کا پروپیگنڈا" "امیر جماعت" کے خلاف جاری تھا۔ نہ کہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے صدر کے خلاف۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے انجمن کی صدارت سے تو استعفےٰ دے دیا۔ مگر عہدۂ امارت پر متمکن رہے جب ان پر بہتان "امیر جماعت" ہونے کی حیثیت سے لگائے گئے تھے۔ تو معقولیت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ "امیر جماعت" کے عہدہ سے استعفےٰ پیش کرتے۔ یوں بھی صدارت کی بجائے امارت زیادہ نازک اور زیادہ ذمہ واری کا درجہ ہے۔ کیونکہ یہ مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کسی انجمن کی صدارت بہت معمولی چیز ہے۔ اور "بہت سے بہتان" تو الگ رہے۔ ایک بہتان بھی اس کی نزاکت پر انجمن کی صدارت کی نسبت بہت زیادہ اثر انداز ہوتا۔ اور قوم کو زیادہ نقصان پہونچا سکتا ہے پھر کیوں مولوی صاحب نے "اس وقت تک کے لئے جب تک ان کا دامن بعد تفتیش کامل پاک وصاف نہ ہو جائے۔" امارت سے استعفےٰ داخل نہ کیا

کیا یہ نہایت ہی عجیب وغریب معمہ نہیں۔ کہ مولوی صاحب کے خلاف بقول ان کے "ایک قسم کا پروپیگنڈا جاری ہے جس کا اثر ان کی ذات تک محدود نہیں۔ بلکہ قوم کو نقصان پہونچ رہا ہے۔" اور یہ پراپیگنڈا نیز "بہت سے بہتان" بالفاظ "پیغام" ان پر بحیثیت "امیر جماعت" لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن جب وہ ان بہتانوں سے تنگ آجاتے ہیں۔ تو استعفےٰ "انجمن کی صدارت سے" دیتے ہیں۔ نہ کہ "قوم کی امارت" سے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ "جب تک ان کا دامن بعد تفتیش کامل پاک وصاف نہ ہو جائے" اس وقت تک وہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے صدر بننے کے قابل تو نہیں رہتے۔ لیکن "امیر جماعت" بننے کے لئے انہیں اپنا دامن پاک وصاف رکھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا دامن پاک وصاف کئے بغیر بھی "امیر جماعت" رہ سکتے۔ اور "قوم" کی گردن پر اپنی امارت کا جوا قائم رکھ سکتے ہیں۔ اگر مذکورہ بالا حالات میں امارت سے استعفےٰ نہ دینے کی وجہ یہی ہے۔ تو جماعت احمدیہ کو پیر پرستی کا طعنہ دینے والوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ ان کے "امیر جماعت" نے انہیں "امیر پرستی" میں ایسا جکڑ رکھا ہے۔ کہ وہ سمجھتا ہے۔ اپنا دامن بہت سے بہتانات سے ملوث رکھنے کے باوجود میں ان کا امیر رہ سکتا ہوں۔ اور کسی کی مجال نہیں۔ کہ مجھ سے اپنے دامن کی آلودگی کو دور کرنے کا مطالبہ کر سکے۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ وہ بہتانات کی صفائی کے لئے انجمن کی صدارت سے تو استعفےٰ دیتے ہیں۔ لیکن امارت سے چمٹے رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنے دامن کو پاک وصاف رکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔

عجیب وغریب تفتیشِ کامل

دوسرا معمہ وہ "تفتیش کامل" ہے۔ جو استعفےٰ کے بعد کی گئی "پیغام" بتاتا ہے۔ کہ

"کونسل نے زیر صدارت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب معاملات کو پورے غور کے ساتھ دریافت کیا۔ اور سب معاملات کو پورے طور پر دریافت کر لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی۔ کہ حضرت امیر کے خلاف جو پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ وہ محض بے بنیاد۔ اور جھوٹا ہے۔"

چونکہ وہ "سب معاملات" جن کو "پورے غور کے ساتھ دریافت کیا گیا۔" ظاہر نہیں کئے گئے۔ اور نہ "پورے غور کے ساتھ دریافت" کرنے کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ کیا "کامل تفتیش" کی یہی صورت ہوا کرتی ہے۔ کہ تفتیش کنندہ پارٹی زیر الزام شخص کے قریبی رشتہ داروں ماتحت ملازمین۔ اور راز دار دوستوں پر مشتمل ہو۔ "پیغام صلح" نے تفتیش کنندوں کی جو فہرست شائع کی ہے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کے خسر۔ ہم زلف۔ بھائی۔ بھتیجے۔ ملازمین انجمن۔ اور راز دار رفقاء کار پر مشتمل ہے حتےٰ کہ خود مولوی صاحب بھی تفتیش کنندوں میں شامل ہیں۔ اس پارٹی نے اگر بلا دلیل اور بلا ثبوت یہ کہہ دیا۔ کہ "حضرت امیر کے خلاف جو پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ وہ محض بے بنیاد اور جھوٹا ہے" تو کونسا تیر مارا۔ اور اسے کیونکر "کامل تفتیش" قرار دیا جا سکتا ہے۔ "کامل تفتیش" تو تب ہوتی۔ کہ تمام معاملات غیر متعلق۔ اور غیر جانبدار افراد پر مشتمل کمیشن کے سپرد کئے جاتے۔ بہتان لگانے والوں کو بیانات دینے۔ اور ثبوت پیش کرنے کا موقعہ دیا جاتا۔ ان کے دلائل وشواہد پر غور کیا جاتا۔ دفتری ریکارڈ۔ اور ضروری کاغذات پیش کرنے کے لئے انہیں سہولتیں بہم پہونچائی جاتیں۔ اس کے بعد کمیشن جو فیصلہ کرتا۔ اسے شائع کیا جاتا۔ اس میں اگر مولوی محمد علی صاحب کا دامن پاک وصاف ثابت بتایا جاتا۔ تو وہ اپنا استعفےٰ واپس لے لیتے۔ مگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ کی گئی۔ اور چند ایک ایسے لوگوں کی طرف سے جو ہر حالت میں مولوی صاحب کے حامی اور مددگار رہیں۔ یہ اعلان کرا لیے۔ کہ "حضرت امیر کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ وہ محض بے بنیاد اور جھوٹا ہے" سمجھ لیا گیا۔ کہ کامل تفتیش ہو گئی۔ اور جھٹ مولوی صاحب نے اپنا استعفےٰ واپس لے لیا۔ یہ "پیغام" کے نزدیک کامل تفتیش ہو۔ تو ہو۔ ورنہ ہر معقول پسند انسان تو اسے عجیب وغریب معمہ سمجھنے پر مجبور ہے۔

سب معاملات کی کیوں تحقیق نہ کی گئی

تیسرا معمہ یہ ہے۔ کہ استعفےٰ واپس لینے کے ذکر میں لکھا گیا ہے۔

"یہ استعفا ایک وقتی معاملہ کی تحقیق تک حاوی تھا۔ بعد فیصلہ کونسل حضرت امیر نے وہ استعفا واپس لے لیا۔"

گویا اس کونسل نے صرف "ایک وقتی معاملہ کی تحقیق" کی اور اسی کے متعلق پروپیگنڈا کو "محض بے بنیاد۔ اور جھوٹا" قرار دیا حالانکہ ممبران مجلس منتظمہ نے جو اعلان کیا۔ اس میں یہ لکھا ہے۔ کہ

"بعض افراد نے .... بہت سے بہتان امیر جماعت کے خلاف لگا کر پراپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔"

سوال یہ ہے۔ کہ استعفےٰ ان سب بہتانات کی تحقیق تک کیوں حاوی نہ تھا۔ اور کیوں صرف ایک وقتی معاملہ کی تحقیق تک اسے رکھا گیا۔ پھر کیوں کونسل نے سب بہتانوں کے متعلق پورے غور کے ساتھ دریافت نہ کیا۔ جب تحقیقات تک نوبت پہونچ چکی تھی۔ اور مولوی صاحب استعفےٰ داخل کرنے پر مجبور ہو چکے تھے۔ تو ضروری تھا۔ کہ سب معاملات کی تحقیقات کی جاتی۔ مگر صرف ایک وقتی معاملہ کی تحقیق کر کے باقی معاملات کو لاینحل معمہ بنا دیا گیا۔ کیا "پیغام" اسے حل کرنے کی کوشش کرے گا۔

بہتان لگانے والوں سے کیا سلوک کیا گیا

چوتھا معمہ یہ ہے۔ کہ جب "بعض افراد نے بعض ذاتی اغراض کے جذبہ کے ماتحت انجمن کو بدنام کرنے کے لئے بہت سے بہتان امیر جماعت کے خلاف لگا کر پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔" اور یہ پروپیگنڈا اتنی شدت اختیار کر چکا ہے۔ کہ "امیر جماعت" کو استعفےٰ داخل کرنا پڑا۔ اور جب تحقیقاتی کونسل کے نزدیک یہ پروپیگنڈا "محض بے بنیاد اور جھوٹا قرار پا چکا۔" تو پھر ایسا پروپیگنڈا کرنے والوں کے لئے کیوں کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی۔ اگر کونسل ان کے متعلق اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ تو یہ اعلان تو کر سکتی تھی۔ کہ فلاں فلاں اشخاص کا جنہوں نے ذاتی اغراض کے جذبہ کے ماتحت انجمن کو بدنام کرنے کے لئے بہت سے بہتان امیر جماعت کے خلاف لگا کر پراپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ انہیں انجمن اور جماعت سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا اعلان کرنا تو الگ رہا۔ ان کے نام لینے کی بھی جرأت نہیں کی گئی۔ کیا "پیغام صلح" ان کے نام بتا سکتا ہے۔ اگر نہیں۔ تو صاف ظاہر ہے کہ ان کا پروپیگنڈا تو رہا ایک طرف۔ ان کے ناموں سے بھی امیر جماعت اور ان کے حامی اس درجہ مرعوب ہیں۔ کہ انہیں زبان پر نہیں لا سکتے۔

یہ ہیں وہ معمے جنہیں ہم اپنے پہلے پیش کردہ معموں کے ساتھ شامل کرتے ہوئے "پیغام" سے حل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ عید الفطر

خوشی میں غم اور غم میں خوشی کا خیال رہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اسلامی تعلیم اور دوسرے مذاہب کی تعلیم میں ایک

مابہ الامتیاز

جو نظر آتا ہے۔ وہ میانہ روی ہے۔ وگرنہ سب مذاہب کی تعلیموں میں

ایک حد تک اشتراک

پایا جاتا ہے۔ اسلام اگر نماز کا حکم دیتا ہے۔ تو ہر مذہب میں کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اسلام اگر روزہ کا حکم دیتا ہے۔ تو دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں۔ جس میں روزہ کی کوئی نہ کوئی شکل نہ رکھی گئی ہو۔ اسلام میں اگر حج ہے۔ تو ہر قوم اور ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی مقدس مقام ہے۔ جہاں جانا مذہبی فرض سمجھا جاتا ہے۔ اگر اسلام نے زکوٰۃ کی تعلیم دی ہے۔ تو ہر مذہب میں صدقہ وخیرات کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور ہندو عیسائی یہودی زرتشتی سب مذاہب میں ایسی تعلیم موجود ہے۔ گو

اجمالی رنگ

میں اگر دیکھا جائے۔ تو اسلامی تعلیم اور دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہیں۔ اسی لئے وہ لوگ جنہوں نے

تفصیلات اور انکی اہمیت

پر غور نہیں کیا ہوتا۔ کہہ دیتے ہیں۔ کہ سب مذاہب ایک ہی ہیں۔ اور کوئی فرق ان میں نہیں۔ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ سب نے خدا کی یاد اس کی فرمانبرداری اور نیکی وتقوےٰ کا حکم دیا ہے۔ سب نے نماز روزہ حج زکوٰۃ کی تلقین کی ہے۔ پھر کیوں کسی کو ناقابل عمل کہیں اور کسی کو قابل عمل کسی کو جھوٹا کہیں۔ اور کسی کو سچا۔ کسی کو ناقص ٹھہرائیں۔ اور کسی کو کامل مگر سب نے گو اجمالی تعلیم یکساں دی ہے۔ لیکن تفصیلات میں اتنا فرق ہے۔ جتنا

زمین وآسمان میں

اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے۔ کہ جیسے کپڑا ہے۔ وہ بھی کپڑے ہی ہیں۔ جو یورپ کی عورتیں پہنتی ہیں۔ جن کا نام اگرچہ کپڑا ہوتا ہے مگر جسم کا ہر حصہ اس میں سے ننگا نظر آتا ہے۔ جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا۔ کہ

یورپین سوسائٹی کا عیب الاحصہ

بھی دیکھوں۔ مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقعہ نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے۔ تو میں نے چودھری ظفراللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے۔ کہا۔ کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں۔ جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اوپیرا سینما کو کہتے ہیں۔ چودھری صاحب نے بتایا۔ کہ یہ اعلےٰ سوسائٹی کی جگہ ہے۔ جسے دیکھ کر آپ اندازہ کرسکتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے۔ اس لئے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا۔ کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے بتایا۔ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی تھیں۔ تو یہ بھی ایک لباس ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے شام کی دعوتوں کے گاؤن ہوتے ہیں۔ نام تو اس کا بھی لباس ہے۔ مگر اس میں سے

جسم کا ہر حصہ بالکل ننگا

نظر آتا ہے۔ پھر وہ ایک لباس ہے۔ جو ہندوستانی عورتیں پہنتی ہیں اور جو ایسے موٹے کپڑے کا ہوتا ہے۔ کہ اگر اس میں سے سیال چیز چھانی جائے۔ تو شائد نہ نکل سکے۔ ایک تو ایسا موٹا کپڑا ہے۔ اور دوسرا اتنا باریک کہ نظر کے لئے بھی روک نہیں بن سکتا۔ مگر

نام دونوں کا لباس ہے

اسی طرح صرف نماز روزہ کہہ دینا کافی نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مفہوم کیا ہے۔ اور تفاصیل کیا ہیں۔ مثلاً نماز کو ہی لے لو۔ ایک طرف یہ نماز ہے۔ جس میں اس حد تک غلو کیا جاتا ہے کہ سورج نکلا۔ تو اس کی پرستش کے لئے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اور شام تک دیکھتے ہی رہے۔ یا گرمیوں میں ارد گرد الاؤ جلا کر بیٹھے رہے سردیوں میں ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہے۔ ۲۴ گھنٹے الٹے ہی لٹکے رہے۔ پھر ایک یہ نماز ہے۔ کہ ساتویں دن گرجا میں جمع ہوئے کچھ شعر پڑھے۔ گانا سنا۔ باجا بجایا۔ کچھ وعظ بھی سن لیا۔ اور گھر آگئے۔ وعظ کے متعلق تو عام شکایت کی جاتی ہے۔ کہ اس میں لوگ سوئے رہتے ہیں۔ صرف اسی وقت تک جاگتے ہیں۔ جب تک باجا بجتا رہے۔ یا گیت گائے جاتے ہوں۔ وعظ کے وقت سو جاتے ہیں۔ پھر اس میں بھی یہ تفریق ہے۔ کہ

امیر غریب الگ الگ

بیٹھتے ہیں۔ جس طرح تھیٹروں میں ٹکٹ ہوتے ہیں۔ اور سیٹیں ریزرو ہوتی ہیں۔ اسی طرح گرجوں میں بھی بڑے آدمیوں کے لئے کوچ ریزرو ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غریب آدمی اس پر جا بیٹھے۔ تو پادری صاحب فوراً اٹھا دیتے ہیں۔ پھر ایک عبادت آریوں نے نکالی ہے۔ وہ بھی ساتویں دن مندر میں جمع ہو کر گا لیتے۔ اور چھینے وغیرہ سما لیتے ہیں مگر یہ عبادت ایسی ہی ہے۔ جیسے میرے ایک عزیز سنایا کرتے ہیں۔ کہ زمانۂ طالب علمی میں میرے ایک دوست تھے۔ جو میرے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا۔ کہ وہ سخت مغموم ہیں۔ گویا کوئی بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی۔ تو کہنے لگے۔ مجھ سے بہت غفلت ہوگئی ہے۔ امتحان سر پر ہے۔ اور میں نے آج سبق یاد نہیں کیا۔ یونہی وقت ضائع کردیا۔ اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو سزا دی ہے۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا سزا دی ہے کہنے لگے۔ میں نے اپنے پر دو آنہ جرمانہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کیا آپ نے کسی غریب کو دو آنے دے دیئے۔ کہنے لگے۔ نہیں اگر ایسا کرسکتا۔ تو خوشی نہ ہوتی۔ میں نے دو آنہ کی مٹھائی لے کر کھائی ہے۔ تو جیسا یہ جرمانہ ہے۔ ویسی ہی یہ عبادت ہے۔ اگر یہ عبادت ہے تو

سب سے زیادہ عابد تھیٹروں والے

ہیں۔ جو ہر روز گاتے بجاتے رہتے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ عابد کنچنیاں ہیں۔ جنہیں آٹھ آنے دے کر جس کا جی چاہے گانا سن لے غرض ایک طرف تو یہ عبادت ہے۔ اور دوسری طرف بالکل انسانیت سے خارج کردینے والی عبادت ہے۔ یعنے الٹے لٹکے رہنا۔ یا بعض لوگ ایسی چارپائی پر سوتے ہیں۔ جس میں کیل ہی کیل لگے ہوتے ہیں۔ ساری رات وہ بدن میں چبھتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسی حالت

میں نیند کیا خاک آئے گی۔ اور یہ عبادت ہو رہی ہوتی ہے۔ پھر روزہ ہے۔ ایک طرف تو ایسے لوگ ہیں۔ جو

چھ چھ ماہ روزے

رکھتے ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے روزہ کی یہ صورت سمجھ رکھی ہے کہ

آگ پر پکی ہوئی چیز

نہیں کھائیں گے۔ یوں دن بھر میں دو درجن کیلے۔ سیر بھر مونگ پھلی دو چار سیر دودھ اور دیگر مٹھائیاں اور پھل وغیرہ کھا جائیں گے۔ اور پھر بھی یہی کہیں گے۔ کہ ہم نے روزہ رکھا تھا۔

گاندھی جی کی خوراک

کے متعلق ایک اخبار نے یہ لطیفہ شائع کیا تھا۔ کہ وہ اتنی نارنگیاں اتنی مونگ پھلی۔ اتنا دودھ روزانہ پیتے ہیں۔ جو عام آدمیوں کی خوراک سے بہت زیادہ ہے۔ اور پھر کہا جاتا ہے۔ کہ وہ کھانا بالکل نہیں کھاتے حالانکہ ان کی خوراک ہماری خوراک سے

دو تین گنا

ہو جاتی ہے۔ پھر صدقہ زکوٰۃ ہے۔ اس کے متعلق بھی یہی حال ہے بعض لوگ کسی قومی تحریک میں کوئی رقم دے دیتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں کہ اس فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس کے عوض میں وہ خان بہادر یا سر بھی ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح اس کی قیمت بھی مل جاتی ہے لیکن دوسری طرف انجیل میں آتا ہے۔ کہ جب تک تو سارا مال خدا کی راہ میں نہیں لٹا دیتا۔ اس وقت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک نے تو صدقہ کو

سودے کی چیز

بنا رکھا ہے۔ اور دوسرے نے یہ تعلیم دی ہے۔ کہ اپنا سب کچھ لٹا دو اگر تمہارے گھر میں مال ہے۔ تو تم نجات نہیں پا سکتے۔ غرضیکہ

سب جگہ افراط تفریط

ہے۔ سوائے اسلام کے۔ اسلام ہر روز پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مگر الٹے لٹکے رہنے یا ایسی عبادتوں کو جو جسم کو کچل ڈالتی ہیں۔ حرام کرتا ہے۔ اسی طرح روزہ کے متعلق وہ چھ ماہ کا حکم نہیں دیتا۔ بلکہ

صرف ایک ماہ کے روزے

مقرر کرتا ہے۔ اور اس میں بھی یہ ہدایت ہے۔ کہ بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا ناپسندیدہ ہے۔ اور افطاری میں بھی جلدی کرنے کی تاکید کرتا ہے پھر کھانے پینے کے متعلق حکم ہے۔ کہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا یعنی کھاؤ پیو مگر ایک حد کے اندر۔ اسراف نہ کرو۔ یہ نہیں کہ کھانے لگے۔ تو کھاتے ہی گئے۔ اور پینا شروع کیا۔ تو پیتے ہی گئے۔ بلکہ ایک حد تک کھاؤ پیو۔ اسی طرح

خوشی غمی کے متعلق

بھی حد بندی کر دی۔ دوسری اقوام کی عیدیں عیدیں نہیں۔ بلکہ بدمستیاں ہوتی ہیں۔ اور غمی غمی نہیں بلکہ مایوسی ہوتی ہے۔ مگر اسلام نے اس معاملہ میں بھی حد بندی کر دی۔

غم کے وقت

انسان رونے لگتا ہے۔ تو اسلام کہتا ہے۔ صبر کرو۔ اور خوشی میں ہنسنے لگتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ زیادہ مت ہنسو گویا اس نے ہمیں ایسے مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔ کہ اگر انسان ہر وقت سوچ سوچ کر قدم نہ رکھے تو

ہلاکت کے گڑھے میں گرنے کا خطرہ

ہے۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ اسلام نہ تو ہمیں ہنسنے دیتا ہے۔ اور نہ رونے۔ دونوں سے روکتا ہے۔ میں ابھی گھر سے عید کے لئے آ رہا تھا تو خیال آیا۔ کہ اسلام کہتا ہے۔ کہ جاؤ عید کرو۔ لیکن جب ہم خوشی منانے لگتے ہیں۔ تو کہتا ہے۔ اس طرح نہیں۔ پھر کہتا ہے۔ جاؤ غریب انسانوں سے ہمدردی کرو۔ لیکن جب ہم رونے لگتے ہیں۔ تو کہتا ہے۔ اس طرح نہیں۔ اس پر مجھے ایک شاعر کی رباعی یاد آ گئی۔ جو اگرچہ کہی۔ تو اس نے اپنے عشق کا اظہار کرنے کے لئے ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے اس میں اسلامی تعلیم کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے

کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے ❊ کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی ❊ نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے

ہمارا مذہب نہ ہمیں رونے دیتا ہے۔ اور نہ ہنسنے۔ وہ کہتا ہے کہ عید کرو۔ غم کرو۔ مگر

دونوں حد کے اندر

غم کے وقت تمہارے اندر مایوسی نہ ہونی چاہیئے۔ اگرچہ تمہارے سامنے مصائب کا پہاڑ ہو۔ تمہیں یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ

ہمارے سر پہ ایک خدا

ہے۔ جو سب مشکلات کو دور کر سکتا ہے۔ پھر عید کرو۔ تو اس میں بھی تمہا نہ کرو۔ اور یہ خیال کرو کہ تمہارے اوپر ایک خدا ہے۔ جو تمہاری ساری نعمتیں چھین سکتا ہے۔ وہ غم کیا۔ جس نے انسان پر مایوسی طاری کر دی وہ تو موت ہے۔ اور وہ خوشی کیا۔ جو امیدوں کو آرزوؤں سے بدل دے

حقیقی غم

وہی ہے۔ جو آئندہ کی امید دلاتا ہے۔ اور

حقیقی خوشی

وہی ہے۔ جو آئندہ کے خطرات سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کے بغیر نہ غم غم ہے۔ اور نہ خوشی خوشی چاہیئے۔ کہ جب انسان غم میں ہو۔ تو ساتھ ہنستا بھی ہو۔ اور عید میں ہو۔ تو ساتھ غم بھی ہو۔ گویا بعینہٖ وہی حالت ہو۔ کہ

ہماری بھی شب کیسی شب ہے الٰہی۔ نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے

یہی وہ مقام ہے۔ جو انسان کو

خدا تعالےٰ کے قریب

کر دیتا ہے۔ جو شخص غم میں مایوس ہو جاتا ہے۔ وہ جہنمی ہے۔ اور خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کتنا ہی دکھ اور کتنی ہی مصیبت ہو ہمت قائم رہنی چاہیئے۔ اور امیدیں انسان کے دل میں مضبوطی سے قائم ہونی چاہئیں۔ وہ مصائب کا پہاڑ سامنے دیکھے۔ مگر کہے میرا خدا انہیں دور کر سکتا ہے۔

غم و ہموم کے بادل

اس کے سر پر منڈلا رہے ہوں۔ مگر وہ یقین رکھے۔ کہ خدا ہے۔ جو انہیں پھاڑ سکتا ہے۔ پھر خواہ دنیا کی ساری عیدیں اس کے لئے جمع ہوں۔ مگر وہ کہے بے شک مجھے خوشی ہے۔ مگر میرے سامنے ایک ایسی منزل ہے کہ ایک قدم آگے اٹھانے پر میں ایسی ٹھوکر کھاؤں۔ کہ گر جاؤں۔ مجھ پر

ساری دنیا کی ذمہ داری

ہے۔ اور جب تک ایک بھی ایسا انسان ہے۔ جسے خوشی میسر نہیں اس وقت تک میری عید نہیں ہو سکتی۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین میں یہی سکھایا گیا ہے۔ کہ

رنج و راحت

میں تمام بنی نوع انسان شریک ہیں۔ اس لئے جس وقت عید ہو چکی ہے کہ انسان سوچے۔ کئی گھر آج ایسے ہوں گے۔ جن میں ماتم ہو رہا ہو گا۔ اور اس خیال کے آتے ہی اس کی خوشی حد سے آگے نہیں جا سکے گی۔ گویا

عید کی کیفیت

یہ ہو۔ کہ جیسے کسی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اور ایک موت واقع ہو گئی ہو۔ بچہ کی پیدائش گھر والوں کے لئے خوشی اور موت غم کا موجب ہو گی۔ عید کے موقعہ پر انسان خیال کرے۔ کہ کئی ایسے بھی میرے بھائی ہیں۔ جو غم میں مبتلا ہیں۔ اور اگر غم پہنچے۔ تو یہ خیال کرے۔ کہ میرے کئی بھائی ہیں۔ جنہیں آج خوشی نصیب ہو گی یہی وہ مقام ہے۔ جو

حقیقی غمگساری کا مقام

ہے۔ اسے حاصل کرو۔ اس کے بغیر خدا کا قرب۔ اور حقیقی راحت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہماری خوشی تب مکمل ہو گی۔ جب دوسرے اس میں شامل ہوں۔ اور جب دوسروں کے رنج میں ہم شریک ہوں۔ اس سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمیں

اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شریک

کرنا چاہیئے۔ اور دوسروں کے رنج میں خود شریک ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ جب عید آتی ہے تو چاہیئے۔ کہ اسے

سب بھائیوں کے ساتھ ملکر

منایا جائے۔ اس عید پر لوگ سیویاں تقسیم کرتے ہیں۔ اور اس رسم کی حد ہو گئی ہے۔ چاہے کوئی کھائے یا نہ کھائے۔ مگر اس دن سیویاں ضرور ایک دوسرے کے ہاں بھیجی جاتی ہیں۔ رشتہ داروں اور دوستوں کے ہاں سے پیالے کے پیالے آتے ہیں۔ گویا ہماری خوشی عید کی سیویوں میں ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی عورت کسی کے ہاں ملازم تھی۔ اس کے آقا نے اسے ایک دن کہا

کہ ہم سحری کے وقت تجھ سے کوئی کام تو لیتے نہیں۔ اور روزہ تو رکھتی نہیں۔ پھر اٹھنے کا کیا فائدہ۔ اس نے کہا کہ میں نماز نہ پڑھوں روزہ نہ رکھوں۔ سحری بھی نہ کھاؤں تو کافر ہوجاؤں۔ اسی طرح

عید کی سیویاں

بھی اسلام کا حصہ اور رکن سمجھ لیا گیا ہے۔ چاہے انہیں دیکھ کر کسی کو قے آتی ہو۔ چاہے رکھنے کو جگہ نہ رہے۔ مگر ایک دوسرے کے ہاں بھیجنا ضروری ہے۔ میں نے تو گھر میں اس سے روک دیا ہے، تحفہ کی حد تک تو یہ چیز جائز تھی۔ مگر اب یہ

علت کی حد تک

پہونچ گئی ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقعہ پر گوشت ہوتا ہے، جس کا باہم ایک دوسرے سے تبادلہ ہو جاتا ہے۔ اور وہی مثال ہو جاتی ہے۔ کہ انّا ونڈے ریوڑیاں مڑ مڑ اپنیاں نوں دے۔ یعنی نابینا ریوڑیاں بانٹتے ہوئے اپنوں کو بار بار دے۔ گوشت کو آپس میں ہی بانٹ دیا جاتا ہے۔ اور

غریبوں کے ہاں

اس دن بھی دال ہی پکتی ہے۔ یا اگر غرباء میں بھی بانٹا جائے۔ تو اس بے وقوفی سے بانٹا جاتا ہے کہ ایک غریب کے ہاں تو دس سیر جمع ہو جائے گا۔ جس کی اُسے ضرورت نہیں ہوتی۔ اور دوسرے کے ہاں

اس دن بھی فاقہ

ہی ہوگا۔

میں نے اس خیال سے کہ ان باتوں کو ہم کیوں نہ معقول بنائیں بجائے اس کے کہ سیویوں کے پیالے تقسیم کئے جائیں۔

ایک دعوت کا انتظام

کیا ہے۔ اسلام نے غرباء کے کھانے پینے کا ذمہ دار بیت المال کو قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے پاس چونکہ بیت المال اس قسم کا نہیں۔ صرف چندہ پر ہی کام چلتا ہے۔ سرکاری ٹیکس چونکہ سرکار وصول کرتی ہے اس لئے جو چندہ دے وہ بھی کم ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ ہم میں یہ طاقت تو نہیں۔ کہ سارا سال سب کا بوجھ اٹھا سکیں۔ لیکن کم سے کم یہ انتظام تو ہونا چاہئیے۔ کہ عید کے روز

ہر غریب کے گھر میں کھانا

پہونچ سکیں۔ ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہ تحفہ تو رشتہ داروں اور دوستوں کو دیا جاتا ہے۔ اور صدقہ غریبوں کو۔ ہمسایوں کو بھی تحفہ دینے کا رواج نہیں۔ عرب اور دوسرے اسلامی ممالک میں یہ رواج ہے۔ اس لئے میں نے خیال کیا۔ کہ اس دعوت میں بیت المال کی ذمہ داری کے علاوہ

تحفہ کا رنگ

بھی ہو۔ عید کے روز دعوت عام ہو۔ جس میں کچھ خرچ تو بیت المال سے ہو۔ اور کچھ دوسرے دوستوں سے بطور تحفہ وصول کیا جائے۔ صدقہ یا بالکل نہ ہو۔ اور باہم برادرانہ تعلق کے لئے میں نے یہ تجویز کی۔ کہ دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہوں۔ مگر قیمت دے کر یعنی کھانا تو انہیں لنگر سے دیا جائے۔ لیکن اس کی قیمت ان سے لے لی جائے۔ اس میں میرے مدنظر یہ بھی خیال تھا۔ کہ باہر کے لوگ تو آکر لنگر سے کھانا کھاتے ہیں۔ مگر قادیان کے لوگ نہیں کھاتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر ہے۔

والله ہم چو کشتیٔ نوحم زکردگار :: بے دولت آنکہ دور بماند زلنگرم

میں نے خیال کیا۔ کہ اس رنگ میں کچھ رقم داخل کر کے قادیان کے لوگ بھی

لنگر سے کھانا

حاصل کر سکیں گے۔ آخر وہ ہمارے ہی روپیہ سے چلتا ہے۔ دوسرے بھی چندہ کے طور پر قوم دیدیں۔ اور اس طرح وہ اس دعوت میں بھی شریک ہو جائیں۔ اور اس لنگر سے کھانا کر اس وعید سے بھی بچ جائیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر سے دور رہنے والوں کے متعلق ہے۔ اور اس طرح

غرباء کو کھانا کھلانے کی ذمہ واری

بھی کم سے کم ایک دن کے لئے سلسلہ پر آجائے۔ پھر چونکہ دوسرے بھی اس میں شریک ہونگے۔ اس لئے تحفہ بھی ہو جائیگا۔ جو کہ

ایک نظام کے ماتحت

ساری جماعت میں تقسیم کر دیا جائیگا۔ اسی طرح میرا خیال ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر یہ انتظام کیا جائے۔ کہ جہاں تک ہو سکے دوست کوشش کریں۔ کہ پہلے ہی روز قربانی کی جائے اور پہلے بتا دیں۔ کہ وہ کتنا گوشت

مجموعی انتظام میں

دیں گے۔ پھر اسے انتظام کے ماتحت ہر گھر میں پہونچا دیا جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم اس طرح

مشترکہ عید

منایا کریں۔ اسی کے ماتحت آج جو دعوت ہوگی۔ اس میں کچھ بطور تحفہ نہ کہ صدقہ دے کر صاحب استطاعت دوست شریک ہو سکتے ہیں۔ اور کچھ بیت المال سے ڈال کر تمام غرباء اور ان دوسرے دوستوں کے گھروں میں جو قیمت دے کر شامل ہوں۔ کھانا پہونچا دیا جائے گا۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس انتظام کو بڑھا کر ایسی شکل میں لایا جائے۔ کہ ایک وقت ایسا آجائے۔ جب کہ

تمام دوستوں کی دعوت

ہو جائے۔ اور اس طرح سب مل کر اکٹھے کھانا کھایا کریں۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ یوں بھی ایک جگہ جمع ہو کر اکٹھے کھا لیا کریں۔ اور اس طرح اکٹھے بیٹھ کر کھانے کی رسم بھی پوری ہو جائے۔ اور اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا۔ کہ ہماری عید

مجموعی عید

ہوا کرے گی۔

اس کے بعد میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہماری عیدیں سچی عیدیں ہوں۔ خوشی کے موقعہ پر خدا کا خوف ہمارے دل سے نہ نکلے۔ اور غموں کے وقت ہمیں مایوسی نہ ہو۔ غم سب پر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء پر بھی آتے ہیں۔ مگر جب مایوسی نہ پیدا ہو۔ تو غم بھی عید ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عیدوں اور غموں کو اسلامی بنائے۔ اور توفیق دے کہ

ایک دوسرے کی خوشی و غم میں شریک

ہو سکیں۔ نفسا نفسی سے جو نہایت ہی ادنیٰ مقام ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

مجھے ابھی خیال آیا ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

جو قادیان میں موجود ہوں۔ وہ ضرور اس دعوت میں شریک ہوں یعنی جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر یا آپ کے زمانہ میں بیعت کی۔ اور آپ کو دیکھا۔ یا پیدائشی احمدی ہونے کی صورت میں آپ کو دیکھا ہے۔ انہیں ضرور دعوت میں شریک کیا جائے۔ اور ان کی شمولیت کا قرعہ اندازی پر حصر نہ ہو۔

کتابیں کس کی ہیں

جلسہ سالانہ کے ایام میں چند کتابوں کا پیکٹ کوئی صاحب میری دکان پر بھول گئے ہیں۔ ایک دو کتابوں پر پنسل سے خدا بخش نام لکھا ہے۔ جن صاحب کی ہوں منگالیں۔ (خاکسار حکیم عطا محمد از قادیان)

"نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔ اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے"

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۱۵ جنوری کے ہیبتناک اور تباہ کن زلزلہ کے جو حالات ہم گذشتہ دو پرچوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے پورے ہونے کے ضمن میں درج کر چکے ہیں۔ وہی نہایت عبرتناک اور دل میں خشیت اللہ پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن تباہ شدہ مقامات کے متعلق جو مزید تفصیلات شائع ہو رہی ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کو اور زیادہ واضح اور نمایاں کر رہی ہیں۔ اس وجہ سے انہیں حسب گنجائش درج ذیل کیا جاتا ہے ۔

صوبہ بہار کی ہولناک تباہی و بربادی کے چشم دید حالات

زلزلہ سے زمین پھٹ گئی طغیانی سے آبادیاں غرق ہوگئیں

بیس ہزار انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں

بے شمار عمارتیں گر گئیں۔ ہزاروں لاشیں دبی ہوئی پڑی ہیں

مندرجہ بالا عنوانوں کے ماتحت اخبار الجمعیۃ دہلی (مورخہ ۲۴ جنوری) میں حسب ذیل حالات شائع ہوئے ہیں۔

زلزلہ کی تباہ کاریوں کے متعلق صوبہ بہار سے جو اطلاعات آرہی ہیں۔ اور وہاں سے لوگوں نے جو چشم دید حالات لکھے ہیں۔ وہ نہایت ہولناک ہیں۔ اور انہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں ایک تہلکہ ڈال دیا ہے۔ ۱۵ جنوری کو دوپہر کے وقت دو بجے کے بعد بنگال بہار۔ اڑیسہ۔ صوبہ متحدہ۔ دہلی۔ پنجاب صوبہ متوسط کے مختلف مقامات پر زلزلہ کے جو جھٹکے محسوس کئے گئے۔ ان سے بے شمار عمارتیں مسمار ہوگئیں۔ ہزاروں آدمی لقمہ اجل ہوگئے۔ اور مال و دولت کے نقصان کا اندازہ لگانا قطعاً ناممکن ہے۔ سب سے زیادہ ہولناک اور لرزہ خیز تباہی کی خبریں صوبہ بہار کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں مثلاً پٹنہ۔ مظفر پور۔ دربھنگہ۔ لہریا سرائے۔ مونگھیر۔ بھاگلپور۔ جمال پور۔ گیا۔ بتیا۔ دینا پور۔ ترہت۔ پورنیہ۔ پوسا۔ سمستی پور۔ سارن چمپارن۔ ہتھوا۔ ہاری صاحب گنج۔ سیتامڑی۔ چھپرا۔ جینت پور۔ حاجی پور۔ ڈبھنگی۔ آرہ اور چھوٹے چھوٹے قصبات و دیہات کے متعلق موصول ہوئی ہیں۔ مونگھیر دربھنگہ اور مظفر پور بالکل تباہ ہو گئے۔ مونگھیر میں صرف چار مکانات باقی رہیں۔ پٹنہ میں کوئی عمارت ایسی باقی نہیں بچی۔ جو بالکل یا جزوی طور پر مسمار نہ ہوگئی ہو۔ اول الذکر شہر میں ہزاروں لاشیں برآمد ہو چکی ہیں اور ہزاروں ابھی چونے اور اینٹوں اور لوہے کے گاڈروں کے نیچے دبی پڑی ہیں۔ جانوں کے نقصان کا جو سب سے آخری اندازہ کیا گیا ہے۔ وہ دس اور بیس ہزار کے درمیان ہے۔

شہروں میں اور شہروں کے باہر دیہاتی علاقوں میں زمین شق ہوگئی۔ کنوئیں ابل پڑے۔ اور بعض مقامات پر کئی کئی سو گز کی چوڑائی سے پانی بیس فٹ اونچا فضا میں کئی کئی گھنٹوں تک ابلتا رہا۔ اور ایسی طغیانی آئی۔ کہ وہ علاقے جو ہمیشہ خشک رہتے تھے۔ سات فٹ گہرے پانی کی جھیل بن گئے۔ پٹنہ کے قریب گنگا کا دریا پانچ منٹ کے لئے بالکل غائب ہوگیا۔ اور پانچ منٹ کے بعد پورے جوش اور طغیانی کے ساتھ بہنے لگا۔ غاروں سے گندھک اور ریت نکلتا رہا۔ فصلیں تباہ ہوگئیں۔ اور گاؤں کے گاؤں غرق ہوگئے۔ آتشزدگی نے علیحدہ تباہ کیا۔ مونگھیر اور مظفر پور میں ہزاروں انسان جو مر گئے۔ ان کی لاشیں بلا امتیاز مذہب و ملت دریا میں بہا دی گئیں۔ جو باقی رہ گئے۔ ان کی خانماں بربادی اور حسرت انگیز تباہی کا منظر قابل رحم ہے۔

صوبہ بہار کی اس ہولناک تباہی کے علاوہ بنگال اور صوبہ متحدہ کے شہروں میں بھی یہ زلزلہ کم و بیش شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا۔ دارجلنگ اور مرزا پور کی بہت سی عمارتیں تباہ ہوگئیں۔ اور نقصان جان بھی ہوا۔ مرزا پور۔ کانپور۔ الہ آباد۔ بنارس میں نقصان بہت زیادہ ہوا۔ دہلی میں بھی قطب مینار اور نئی دلی کی عمارتوں کو صدمہ پہنچا۔ صوبہ متحدہ کے جو اضلاع صوبہ بہار سے ملحق ہیں۔ وہاں زیادہ نقصان ہوا۔ جو اضلاع دور ہیں۔ وہاں تدریج کم نقصان ہوتا گیا۔ حتےٰ کہ دہلی کے بعد لدھیانہ لاہور میں اگرچہ زلزلہ محسوس ہوا۔ مگر کوئی شدید نقصان نہیں ہوا۔ وسطی ہند میں ناگپور اور بنیا سے زلزلہ کی خبریں آئیں۔ اور جنوبی ہند میں حیدر آباد دکن بمبئی اور سولاپور تک میں جھٹکا محسوس کیا گیا ہے۔ صوبہ بہار کے شمالی اضلاع پورنیہ بھاگلپور۔ مونگھیر اور دربھنگہ۔ مظفر پور۔ چمپارن اور سارن کو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہے۔ اور اس کے بعد وسط بہار کے اضلاع سنتھال پرگنے ہزاری باغ۔ پٹنہ گیا۔ شاہ آباد۔ بالاسنو کا نمبر ہے۔ اور جو اضلاع کہ جنوب کی سمت میں واقع ہیں۔ مثلاً رانچی۔ مان بھوم۔ سنگھ بھوم۔ ان کا نقصان نسبتاً کم ہوا۔ اور اڑیسہ جو بالکل جنوب میں ہے۔ بڑی حد تک محفوظ رہا ہے۔

سب سے پہلے ۱۵ جنوری کو دو بجکر ۱۰ منٹ پر زلزلہ محسوس ہوا تھا۔ اس کے بعد بہار میں اور یو پی کے بعض اضلاع میں شب کو اور دوسرے دن صبح کو پھر جھٹکے محسوس ہوئے۔ اور تازہ اطلاع یہ ہے کہ ۲۰ جنوری کو بھی مظفر پور۔ مونگھیر پٹنہ۔ الہ آباد۔ کانپور اور لکھنؤ میں چند سیکنڈ کے لئے زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے لکھنؤ۔ کانپور اور الہ آباد

میں سخت خوف زدگی کا عالم ہو گیا۔ اور اس کے بعد جو افواہیں مزید خطرے کے متعلق پھیلیں۔ انہوں نے تو ہوش و حواس ہی گم کر دیئے لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل نکل کر سڑکوں پر بیٹھ گئے۔ اور تباہی کا انتظار کرنے لگے۔ مگر بہت جلد انہیں یقین دلایا گیا۔ کہ تمام افواہیں بے اصل ہیں۔ ماہرین سائنس نے اعلان کیا ہے۔ کہ اس خوفناک زلزلہ کے بعد مستقبل قریب ہی میں کسی شدید زلزلہ کا دوبارہ امکان سائنٹفک اصولوں اور تجربات کی بناء پر نہیں ہے۔

مظفر پور

مظفر پور کا شہر اور بتیا کی جانب کا تمام علاقہ بری طرح تباہ ہوا ہے۔ نقصان جان کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ڈیڑھ ہزار سے زائد لاشیں برآمد ہو چکی ہیں۔ بڑی بڑی سڑکوں پر لاشوں کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ جنہیں اکٹھا کر کے دریا میں بہا دیا گیا۔ چھوٹی چھوٹی سڑکوں اور گلیوں میں جو لاشیں لاکھوں من ملبے کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ انہیں برآمد نہیں کیا جا سکا ہے۔ اور اس کے لئے ہفتوں کا عرصہ چاہیئے۔ جس وقت زلزلہ آیا۔ تو زمین شق ہو گئی۔ اور ہر جگہ پانی ابلنے لگا۔ تمام ضلع مظفر پور میں طغیانی آ گئی۔ اور پورا علاقہ تہ آب ہو گیا۔ تمام عمارتیں یا تو مسمار ہو گئیں۔ یا بہہ گئیں۔ مظفر پور کو جانے والے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ سڑکیں بہہ گئیں۔ پل ٹوٹ گئے۔ صرف ایک راستہ پٹنہ سے جانے کا باقی رہ گیا جس میں دو مرتبہ دریاؤں سے کشتی میں اترنا پڑتا تھا۔ مسافروں کی کثرت کی وجہ سے اس راستہ سے بھی پورا فائدہ نہ اٹھایا جا سکا۔ مظفر پور خاص میں سوائے چند پختہ عمارتوں کے تمام مکانات گر گئے۔ ملبے کے نیچے دبنے والوں میں عورتوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ بڑے بڑے بازاروں کی دو رویہ عمارتیں جس وقت چیخ چیخ کر خوفناک دھماکوں کے ساتھ گریں۔ تو راستے بالکل بند اور مکانوں کے رہنے والے زندہ درگور ہو گئے۔ اس تباہی کے بعد رات کا آنا اور بھی قیامت تھا۔ انتہائی سردی کے موسم میں لوگوں نے اپنے تباہ شدہ مکانات کے ڈھیر پر بیٹھ کر آگ کے سامنے خوف و ہراس اور حسرت واندوہ کے عالم میں تمام رات گزاری۔ جن کے پاس ہزاروں لاکھوں روپیہ کے سامان موجود تھے۔ اور جن کے خوش و خرم گھرانوں کی زندگیاں قابل رشک تھیں۔ وہ آج مٹی کے تودوں پر بیٹھے ہوئے اپنے اعزاء واقرباء کا ماتم کر رہے ہیں۔ اور زندگی میں ان کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہی ہے۔ مظفر پور کا جیل خانہ بھی گر گیا۔ مگر قیدیوں کو پولیس نے اپنی نگرانی میں لے لیا۔ بجلی گھر کو سخت نقصان پہنچا۔ اور کلکٹر اور جج کے بنگلہ بالکل تباہ ہو گئے۔ مظفر پور کے بنک کی مسمار شدہ عمارت پر پولیس پہرہ دے رہی ہے کچہریاں۔ میونسپل آفس۔ اسکول۔ کالج۔ جامع مسجد۔ گرجا۔ ساہو کا مندر یہ تمام عمارتیں مسمار ہو گئی ہیں۔ کنووں کا پانی ابل رہا ہے۔ اور اس میں گندھک اور ریت کا اثر پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے پینے کا پانی ملنا سخت دشوار ہے۔ اشیائے خوردنی اور مٹی کے تیل اور پٹرول کی قیمتیں حکام نے مقرر کر دی ہیں۔ تمام فصلیں پانی اور ریت میں دب گئی ہیں۔ مظفر پور سے دہلی آنے والوں کا چشم دید بیان ہے۔ کہ وہاں کی نوے فیصدی عمارتیں بالکل گر گئی ہیں

منگھیر

منگھیر کے متعلق اسٹیٹسمین کے نامہ نگار نے لکھا ہے۔ کہ اس شہر کا اب کہیں وجود نہیں ہے۔ وہ عمارتیں جن میں کبھی زندگی کی چہل پہل نظر آتی تھی۔ اب مٹی۔ چونے لکڑی لوہے اور اینٹوں کا ڈھیر بنی ہوئی پڑی ہیں۔ سوائے چار پختہ عمارتوں کے اور کوئی عمارت باقی نہیں رہی ہے۔ ان ہی میں ایک عمارت ہسپتال کی بھی ہے۔ مگر یہ عمارتیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے گر جانے کا ہر وقت خطرہ ہے۔ اس لئے ہسپتال کے تمام مریض خیموں میں ان عمارتوں سے دور رکھے گئے ہیں۔ منگھیر میں تار کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ اس لئے ابتداءً کوئی تار منگھیر سے یا منگھیر کو نہیں جا سکتا تھا لیکن بعد میں پٹنہ سے بدقت تمام سلسلہ قائم ہوا۔ اور اب صرف ارجنٹ تار دیئے جا رہے ہیں۔ سڑکوں پر اس قدر ملبہ پڑا ہوا ہے۔ کہ آمد و رفت قطعاً ناممکن ہو گئی ہے۔ نامہ نگار مذکور کا بیان ہے۔ کہ جب میں شہر کے اندر گیا۔ تو راستے تمام مسدود تھے۔ اس لئے عمارتوں کے ڈھیر پر چڑھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑا۔ ہم نے جا بجا انسانوں کی لاشوں کو اس حال میں پڑے ہوئے دیکھا۔ کہ گویا کسی نے ان کے تمام جسم کو مروڑ دیا ہے۔ اور ان کی ایک عجیب و غریب خوفناک صورت ہو گئی ہے۔ ان میں سے اکثر آدھی ملبے کے نیچے اور آدھی باہر پڑی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں پر ہمیں کئی کئی آدمیوں کی لاشیں ایک ساتھ ملی ہوئی بھی نظر آئیں۔ یہ وہ خاندان کے خاندان تھے۔ جو اپنے مکانوں سے باہر نہ نکل سکے۔ اور ایک ہی جگہ موت نے انہیں آ دبایا۔ ان ڈھیروں پر ان عورتوں کی نوحہ خوانی جن کے شوہر ہزاروں من اینٹوں میں ہمیشہ کے لئے دبے ہوئے تھے۔ اور ان بچے اور بچیوں کا بلکنا جو اپنے والدین کے لئے تڑپ رہے تھے۔ ایک ایسا منظر تھا۔ جو سخت سے سخت انسان کو بھی رقیق القلب کر دینے کے لئے کافی تھا۔ کچھ زندہ آدمی ہمیں ایسے نظر آئے۔ جو بغیر کسی مقصد کے ادھر ادھر خاموش و حیران پھر رہے تھے۔ اور جن کا سب کچھ تباہ ہو گیا تھا۔ کچھ لوگ اپنے سابقہ مکانوں کے کھنڈروں پر بیٹھے ہوئے اپنے تباہ شدہ سامان کو جلا کر سردی سے بچنے کے لئے آگ تاپ رہے تھے جب حالت یہ ہو۔ تو جان کے نقصان کا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ایک تخمینہ کے مطابق مونگھیر میں دس ہزار جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ شہر کا سب سے بڑا بازار جو قلعہ کے قریب تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا اس پر مشین گنوں سے بمباری کی گئی ہے۔ لاکھوں روپیہ کا سامان تجارت اس بازار میں مٹی اور اینٹوں کے نیچے دبا پڑا ہے۔ جو لوگ زندہ ہیں۔ ان کی زندگی سردی نے دشوار کر دی ہے۔ نہ ان کے پاس کپڑے ہیں۔ جن سے وہ اپنے جسم کی حفاظت کریں۔ اور نہ ان کے پاس سرد ہواؤں سے بچنے کی کوئی جگہ ہے۔ جہاں وہ مجتمع ہو جائیں۔ کھانے کی اشیاء بھی نایاب ہیں۔ کلکتہ سے رسد آ رہی ہے۔ مگر اس میں بڑی دشواریاں ہوتی ہیں۔ جو گاڑیاں اور تانگے عمارتوں کے نیچے دبنے سے بچے ہیں وہ صرف اسی کام میں مشغول ہیں۔ کہ لاشوں کو لاد لاد کر بلا امتیاز مذہب و ملت دریا کی طرف لے جائیں۔ اور اس میں ڈال دیں۔ کیونکہ تجہیز و تدفین بحالات موجودہ ناممکن ہے۔

دربھنگہ

دربھنگہ میں بھی جان اور مال کا نقصان نہایت شدید ہوا ہے۔ صحیح اندازہ وہاں کے متعلق بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لہریا سرائے اور دربھنگہ میں ایک ہزار اموات کی خبر آئی ہے۔ مگر دوسرے مقامات کی طرح یہ اطلاع بھی ان ہی لاشوں کے متعلق ہوگی۔ جو برآمد ہو چکی ہیں۔ جو دبی ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ دربھنگہ سے سلسلہ منقطع ہے غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ دربھنگہ کے متعلق مظفر پور اور منگھیر کے مقابلہ میں کم اطلاعات آئی ہیں۔ ورنہ وہاں کا اور مظفر پور کا نقصان قریباً برابر ہی ہے۔ عمارتیں بھی اسی قدر مسمار ہوئی ہیں۔ اور جانوں کے ضائع ہونے کا بھی وہی تخمینہ ہے۔ دربھنگہ کو جانے والے صرف پیدل پہنچ سکے ہیں۔ گاڑی یا کشتی کا کوئی راستہ وہاں جاری نہیں رہ سکا۔ اور ہوائی جہاز جو صوبہ بہار کے مختلف مقامات کا جائزہ لینے کے لئے گئے تھے۔ ان میں سے بھی کوئی دربھنگہ نہیں اتر سکا لہریا سرائے اور دربھنگہ کے تمام رقبہ میں بڑے اور گہرے غار ہو گئے جن سے پانی ابلنے لگا۔ مہاراجہ دربھنگہ کے محلات اور مکانات اس طرح زمین کے برابر ہو گئے۔ کہ ان کے کھنڈروں کو پہچانا بھی نہیں جا سکتا۔ دربھنگہ کا بڑا بازار اور لہریا سرائے کا باقر گنج سب سے زیادہ آباد علاقہ تھا۔ اسی علاقہ میں سب سے زیادہ جانیں تباہ ہوئی ہیں یہ دونوں بازار مسمار ہو گئے ہیں۔ تمام سرکاری عمارتیں تباہ ہو گئی ہیں۔ تمام باشندے اس قدر خوف زدہ ہیں۔ کہ کوئی شخص چھت کے نیچے رات نہیں گزارتا۔

پٹنہ

پٹنہ میں دوشنبہ کے روز ۲ بجے کے بعد اور شب کو ۱۲ بجے اور ۳ بجے دوسرے دن ۱۰ بجے صبح زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے دوشنبہ کا زلزلہ زیادہ شدید تھا۔ ابتداء میں چار ہزار مکانات کو سخت نقصان پہنچنے کی اطلاع آئی تھی۔ مگر پٹنہ کے انگریزی اخبار سرچ لائٹ کا بیان ہے کہ شہر کے اندر مشکل سے کوئی کچی یا پکی عمارت ایسی ہوگی۔ جو نہ گر گئی ہو۔ یا جس میں دراڑیں نہ پڑ گئی ہوں۔ یا جسے سخت ترین نقصان نہ پہنچا ہو۔ کوئی سرکاری یا پرائیویٹ عمارت خواہ کسی غریب کی ہو۔ یا امیر کی اس زلزلہ سے محفوظ نہیں رہی۔ تھانے مسجدیں مندر۔ گورنمنٹ پریس۔ سرمے آفس اور سرکاری عہدہ داروں کے مکانات اور شہر کی بڑی بڑی کوٹھیاں سب کو کم و بیش سخت نقصان پہنچا

ہے جن سڑکوں پر سب سے زیادہ گہما گہمی ہوا کرتی تھی۔ وہ اب ویران اور خوف ناک و تاریک منظر پیش کر رہی ہیں۔ بہت سی تاریخی عمارتوں کو بھی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ تمام شہر میں خوفزدگی کا عالم ہے۔ ہزاروں آدمی بے خانماں ہو گئے ہیں اور ہزاروں نے اپنے مکانات کو اس خوف سے چھوڑ دیا ہے کہ وہ کہیں ان کے اوپر نہ آ پڑیں۔ خوفزدہ لوگ ساری ساری راتوں اپنے گھروں کے سامنے آگ جلائے بیٹھے رہتے ہیں۔ گورنر صوبہ بہار کو بھی ایک خیمہ کے اندر ہی رہنا پڑا۔

جمال پور

جمالپور میں اگرچہ جان کا نقصان نسبتاً کم ہوا۔ مگر وہاں کی ریلوے ورکشاپ بالکل تباہ ہو گئی۔ ۳۳ جانوں کے ضائع ہونے کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ ریلوے ملازمین کی نوآبادی میں ۱۷ آدمی مر گئے۔ اور ۴۸ زخمی ہوئے۔ ہندوستانی بازار میں بھی بہت سی عمارتیں گر گئیں اور کم سے کم سولہ جانیں ضائع ہوئیں۔ ریلوے کی نوآبادی میں ۸۰ مکانات کے مسمار ہونے کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔ جب تک مظفر پور، مونگھیر اور دربھنگہ کی اطلاعات نہیں آئی تھیں۔ جمالپور کے نقصان کو سب سے زیادہ اہمیت دی جا رہی تھی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ جمال پور دوسرے مقامات کے مقابلہ میں نسبتاً کم بدقسمت تھا۔

بھاگل پور

بھاگل پور سے بھی بکثرت عمارتوں کے مسمار ہونے کی خبریں آئی ہیں۔ مگر نقصان جان صرف ۱۶ بتایا جاتا ہے۔ جو یقیناً کم ہے۔ نقصان بہت زیادہ ہوا ہوگا۔

بہار کے دیگر مقامات

کچہری اور بیگا بالکل تباہ ہو گئے۔ کرگا گاؤں جل گیا۔ موتیہاری اور باڑھ دونوں تباہی کی حالت میں ہیں۔ ڈوگرا کے شمال و مغرب میں ہر چیز تباہ ہو گئی ہے۔ دینا پور کے علاقہ میں صاحب گنج اور دیگر مقامات سے نقصانات کی اطلاعیں موصول ہوئی ہیں۔ آرہ میں عمارتوں کو سخت نقصان پہونچا ہے۔ پورنیہ سے عمارتوں کی تباہی کے متعلق خبریں آئی ہیں۔ سمستی پور کی حالت مظفر پور سے ملتی جلتی بتائی جاتی ہے۔ سمستی پور کو نہایت شدید نقصان پہونچا ہے۔ سارن اور چمپارن کی تفصیلات موصول نہیں ہوئیں۔ چھپراؤں کی فیکٹری میں باغ کے آگے زمین سے گرم پانی کا چشمہ جس کا قطر ۶ فیٹ تھا بیس فیٹ اونچا ابلا۔ اور اس مقام سے دو سو گز کی دوری پر زمین اس قدر نم ہو گئی۔ کہ ایک گراج بالکل غائب ہو گیا۔ صرف اس کی چھت سطح پر نظر آتی رہی۔ چھپرا میں دو پبلک عمارتیں اور بہت سے مکانات تباہ ہو گئے۔ چمپارن کے ضلع کو سخت نقصان پہونچا ہے۔ صرف شمالی مغربی گوشہ کچھ بچا ہوا ہے۔ تبیا کی تحصیل سے نو اموات کی اطلاع موصول ہوئی۔ مگر یہ اطلاع بہت کم ہے۔ موتیہاری کے قصبہ سے سلسلہ رسل و رسائل منقطع ہو گیا ہے۔ اور وہاں کا بہت بڑا حصہ تباہی کی حالت میں ہے۔ سہسرام میں متعدد مکانات گر گئے۔ کل بہار میں آخری طور پر اموات کا سرکاری اندازہ بارہ ہزار کیا جاتا ہے۔ مگر غیر سرکاری طور پر یہ تعداد تقریباً بیس ہزار بتائی جاتی ہے

راستوں کی کیفیت

مظفر پور کے شمال و مغرب میں تقریباً چھ فیٹ پانی کھڑا ہوا تھا۔ جو اب بتدریج کم ہو رہا ہے۔ اس علاقہ کے قریباً تمام پل ٹوٹ گئے۔ جہاں پانی کھڑا ہوا نہیں ہے وہاں کیچڑ ہی کیچڑ نظر آتی ہے سیتا مڑھی میں تمام ریل کے پل ٹوٹ گئے ہیں اور پانی بھرا ہوا ہے ریلوے لائن بالکل شکستہ ہے۔ بعض مقامات پر پل بالکل غائب ہو گئے ہیں اور لائن لٹک رہی ہے۔ ڈوگرا کے قریب اور چھپرا کے شمال و مغرب میں ریلوے لائن تباہ ہو گئی ہے۔ ایسٹرن بنگال ریلوے کی وہ شاخ جو کا میٹھار۔ پورنیہ۔ جوگبنی کو جاتی ہے اور مرگنج اور پساری گنج کی شاخیں غیر محفوظ ہیں۔ کیونکہ ان پر جا بجا لائن کو نقصان پہنچا ہے۔ اور بہت سے پل گر گئے ہیں۔ دریاؤں پر سے کشتیوں کے ذریعہ سفر بھی ناممکن تھا اس لئے ان راستوں پر ریل کی آمد و رفت عارضی طور پر ملتوی کر دی گئی۔ گورکھپور کے مشرق اور جنوب میں بی۔ این۔ ڈبلیو آر کو سخت نقصان پہونچا ہے۔ جس کی وجہ سے سوائے مغرب کی طرف آنے والی گاڑیوں کے دوسری گاڑیاں روک دینی پڑیں گھاگرہ دریا پر جو پل این۔ ڈبلیو۔ آر کے تھے وہ گر گئے۔ چھپرا اور سیوان کے درمیان جو شاخ ہے اس کو سخت نقصان پہنچا۔ سمستی پور اور گھاگرا کے درمیان جو پل ہے وہ بھی ٹوٹ گیا۔ بانسی، سونی پور سے جانے والی گاڑیاں بند کر دی گئیں۔ ریلوے لائن کی درستگی کا انتظام کیا جا رہا ہے بہت سے راستے کھل رہے ہیں کا میٹھا اور پورنیہ کے درمیان ریلوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔

دارجیلنگ

دارجیلنگ کو بھی جو صوبہ بنگال میں موسم گرما کا دار الحکومت ہے۔ سخت صدمہ پہونچا ہے۔ متعدد مزدور عورتیں عمارتوں کے نیچے دب کر مر گئیں۔ گورنمنٹ ہاؤس۔ پولیس بارکیں اور بہت سی کوٹھیاں اور مکانات کو سخت نقصان پہونچا۔

مرزاپور

مرزاپور سے اطلاع آئی ہے کہ پانچ مکانات بالکل گر گئے اور ایک سو مکانات کو سخت نقصان پہونچا۔ مجروحین کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ مگر کافی تعداد زخمی ہوئی ہے۔ جیل کی بیرونی دیوار گر گئی۔ ریلوے اسٹیشن کو شدید نقصان پہونچا۔ متعدد مساجد کے مینار بھی گر گئے۔ تقریباً بیس لاکھ روپیہ کے نقصان کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ دوسرے دن دوبارہ زلزلہ محسوس ہوا۔ جس سے گورنمنٹ ہائی سکول کا ایک حصہ گر پڑا۔

کھٹمنڈو

دار الحکومت نیپال کے متعلق پہلے یہ اطلاع موصول ہوئی تھی۔ کہ وہ بالکل غائب ہو گیا ہے۔ یہ اطلاع سلسلہ رسل و رسائل مسدود ہونے کے باعث تھی۔ مگر اب اطلاع آئی ہے کہ اس پر زلزلہ کا کافی اثر ہوا ہے اور سارا شہر مسمار ہو گیا ہے۔

ہیبت ناک منظر

اخبار "حقیقت" لکھنؤ ۲۱ جنوری لکھتا ہے۔

جو لوگ زلزلہ کے سبب سے بہار سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں ان میں سے دو جن میں ایک جمال پور کا باشندہ ہے۔ اور ایک پٹنہ کا ہے۔ ان دونوں نے دونوں مقامات کے چشم دید واقعات بیان کئے ہیں۔ پٹنہ کے باشندے کا بیان ہے کہ زلزلہ کے وقت وہ پٹنہ کی اس سڑک پر تھا۔ جو دریائے گنگا کے برابر برابر گئی ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے زلزلہ کے وقت جیسا بھیانک منظر دیکھا ویسا تمام عمر میں نہیں دیکھا اور نہ خدا ایسا منظر کبھی دکھائے۔ زلزلہ کے وقت ایک ایسی آواز پیدا ہو رہی تھی جیسی ہوائی جہاز سے پیدا ہوتی ہے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر زلزلہ زلزلہ پکارتے ہوئے نکل رہے تھے۔ ان کے مکانات منہدم ہو رہے تھے اس کا بیان ہے کہ جس مکان کی دیوار کے نیچے وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی دیوار یکایک گری۔ جس کے سبب سے وہ دور بھاگ گیا۔ اس دیوار کے نیچے ایک عورت جو اپنے گھر سے نکل رہی تھی زندہ درگور ہو گئی۔ مکان کے اندر کے بقیہ لوگ مکان کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔ چند منٹ کے اندر شہر کے تمام مکانات سوائے چند پختہ عمارتوں کے منہدم ہو گئے۔ جو لوگ کھلی سڑکوں پر خانماں برباد کھڑے تھے۔ ان کو زمین اس صورت سے ہلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو اوپر نیچے ہوتے محسوس کر رہا تھا۔ زلزلہ کے دوسرے جھٹکے نے تمام بقیہ عمارتوں کو مسمار کر دیا۔ اس کے بعد یکایک بھنبھناہٹ کی ایک سیٹی دار آواز سنائی دی۔ جس سے دریا کا پانی یکدم ساکن ہو گیا اور اس میں سے بھی ایک آواز پیدا ہونے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہر طرف ایک طلسمی طاقت اپنے اثرات دکھا رہی ہے۔ چند منٹ کے اندر دریائے گنگا تہ تک خشک ہو گیا۔ اور زمین نظر آنے لگی۔ اس کا اثر اور بھی خوفناک تھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دنیا ختم ہونے والی ہے۔ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھ کر جانے کی کوشش کرتے تھے لیکن پھر گر جاتے تھے۔ یکایک لوگوں کے موہنہ سے قیامت۔ قیامت کی آوازیں بلند ہوئیں اور تمام لوگ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگے۔ شاید اتنے خلوص سے عمر بھر انہوں نے دعائیں نہ مانگی ہونگی۔ دریا کے کنارے کا منظر اس سے بھی زیادہ بھیانک تھا۔ وہ مقام جہاں پر دریا بہتا تھا خشک تھا۔ میں دریا کے دوسرے کنارے پر کھڑے تھا جو پہلے ایک جزیرہ نما کی صورت میں تھا اور یہ حصہ دریا کے بیچ میں واقع تھا۔ اس مقام تک پہونچنے کے لئے ایک پتلا سا پانی کا راستہ تھا۔ دریا کا بڑا دھارا جس مقام پر بہتا تھا۔ وہاں بہت سی کشتیاں متصادم ہو گئی تھیں۔ جو لوگ نہائے تھے وہ کمر کمر تک کیچڑ اور بالو میں دھنسے ہوئے تھے اور نکلنے کی سخت کوشش کر رہے تھے

اور تڑپ رہے تھے۔ کئی منٹ تک یہی صورت رہی اور دریا خشک رہا۔ لیکن چشم زدن میں پھر جو میں نے نگاہ کی۔ تو دریا کا پانی اسی صورت سے بہ رہا تھا۔ لیکن پانی ایکدم زوروں کے ساتھ اچھل کر چھ فٹ بلند ہو گیا تھا۔ زمین بعض مقامات پر پچاس پچاس فٹ کی لمبائی اور بیس فٹ کی چوڑائی میں شق ہو گئی تھی۔ ان درازوں سے پانی اُبل اُبل کر زمین سے چھ فٹ کی بلندی تک اچھل رہا تھا اور اسکے زوروں کی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ سب سے بڑی دراز اس مقام پر تھی جہاں جزیرہ تھا۔ زمین سے کیچڑ اور مٹی نکل نکل کر پانی میں بہ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دریا کی سطح بلند ہو کر کناروں تک آ گئی اور پانی اس طرح بہنے لگا گویا کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ تمام کشتیاں الٹ گئیں۔ لیکن یہ معجزہ تھا۔ کہ کوئی جان میرے سامنے دریا میں نہیں ضائع ہوئی۔

رُوح فرسا حالات

الہ آباد ۲۴ جنوری بہار حادثیہ سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ وہ بہت دردناک ہیں۔ وہاں سے جو اصحاب بھاگ کر یہاں آئے ہیں ان کا بیان ہے کہ مظفر پور۔ چپڑا۔ سیتا مڑھی۔ دربھنگہ۔ اور مونگھیر میں بیس کروڑ روپیہ کا نقصان ہو گیا ہے۔ ۲۵ ہزار آدمی صرف ایک مونگھیر میں مر گئے ہیں۔ صرف ۲۲ جنوری کے دن سرکاری انتظامات کے ماتحت تین ہزار لاشوں کو جلایا گیا۔ مذکورہ بالا شہروں میں بازاروں کا نام و نشان نہیں ملتا وہ لاشوں۔ سروں ٹانگوں بازوؤں اور پتھروں وغیرہ سے بھرے پڑے ہیں۔ اتنی بدبو پھیل رہی ہے کہ ٹھہرنا مشکل ہو رہا ہے۔ "امرت بازار پترکا" کا سپیشل نامہ نگار مونگھیر سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ زلزلہ زدہ علاقے میں ایک لاکھ کے قریب مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ وہی بچے ہیں جو زلزلے کے وقت گھروں سے باہر تھے۔ جو گھروں میں تھے وہ بھاگ بھی نہ سکتے تھے۔ کیونکہ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔

الہ آباد ۲۴ جنوری ایک تجارتی ایجنٹ ابھی ابھی مظفر پور سے آیا ہے زلزلہ کے وقت وہاں موجود تھا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں کمرے کے اندر سویا ہوا تھا۔ کہ اچانک ایسا محسوس کیا کہ میں ریل گاڑی میں بیٹھا ہوں یہ حالت دیکھکر جو جاگا۔ تو بازار میں دیکھا کہ مکانات کی چھتوں سے انسانی سر ٹانگیں ہاتھ پاؤں بیسیوں کی تعداد میں کٹے ہوئے گر رہے ہیں ہاہاکار کی آوازوں سے میں گھبرا گیا۔ کئی آدمیوں کو کھڑکیوں سے چھلانگیں لگاتے دیکھا مگر ان کے نیچے آنے سے پہلے دیواریں گر جاتی تھیں۔ اور وہ دب کر وہیں رہ جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انسانی سروں ہاتھوں اور بازوؤں وغیرہ کی بارش ہو رہی ہے۔

الہ آباد ۲۴ جنوری ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ گیا کے قریب ہی ایک چھوٹا سا دریا تھا۔ جس کا نام پھلگو ہے۔ وہ بالکل خشک ہو گیا جہاں پہلے پانی تھا۔ وہاں اب ریت کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ نہ معلوم دریا کا پانی کہاں غائب ہو گیا۔ لیکن تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ وہ ندیاں جو اس موسم میں بالکل خشک ہوا کرتی تھیں۔ پانی سے بھرگئی ہیں۔ اور ان کا پانی اس طرح رواں ہے کہ گویا وہ صدیوں سے چل رہی ہیں۔ (پرتاپ ۲۶ جنوری)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

گاندھی جی کے متعلق تمام ان فلموں کو جن میں ان کی سرگرمیوں کا ذکر ہے۔ گورنمنٹ سی پی نے ممنوع قرار دیدیا ہے۔ جے۔ ایم سین گپتا کے جلوس کی فلم بھی ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔

سرحدی کونسل میں ایک بل کے پیش ہونے کی تجاویز ہو رہی ہیں۔ جس کی غرض یہ ہے کہ چالیس سال سے زیادہ عمر کے کسی آدمی کو ۱۶ سالہ لڑکی سے شادی کی اجازت نہ ہو۔

برلن میں ایک زراعتی نمائش ۲۷ جنوری سے ۴ فروری تک منعقد کی جائیگی۔ جس کے لئے ۲۰۰۰ ۷ ایکڑ زمین کا احاطہ تیار کیا گیا ہے۔ اس میں ہر قسم کے زراعتی سامان کی نمائش کی جائے گی۔

مونگھیر کے متعلق ۲۰ جنوری چشم دید لوگوں کا بیان ہے۔ کہ وہاں دس ہزار سے زیادہ آدمی مر گئے ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم کتنی لاشیں دبی پڑی ہیں۔ اندازہ ہے کہ بیس ہزار سے زیادہ آدمی مر چکے ہیں۔

افغان ٹیم اور دیال سنگھ کالج ٹیم کا مقابلہ لاہور میں ۲۳ جنوری کو دیال سنگھ کالج گراؤنڈ میں ہوا۔ دیال سنگھ کالج ٹیم کو تین گولوں پر شکست ہوئی۔

پبلک سروس کمیشن کے مقابلے کے امتحان کے متعلق دہلی سے ۲۲ جنوری کی اطلاع مظہر ہے کہ فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن کی اسامیوں کو پر کرنے کے لئے ۹۰۶ ۱ امیدوار شامل ہوئے تھے ۲۰ کامیاب ہونے والوں میں انیس ہندو اور ایک مسلمان ہے۔ ہندوؤں میں سے ۱۰ مدراسی۔ ۲ بنگالی ایک سندھی اور ایک سی پی کا باشندہ ہے

کاشغر میں نئی حکومت قائم ہونیکے متعلق ماسکو سے ۲۳ جنوری کی خبر ہے کہ اس نئی حکومت نے چین سے اپنی مکمل علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور سنکیانگ صوبہ کے سارے شرقی حصہ

ترکی میں زلزلہ کے متعلق استنبول ۲۲ جنوری کی اطلاع ہے کہ کل زلزلے کے کئی جھٹکے محسوس کئے گئے۔ اگرچہ کوئی نقصان نہ ہوا۔ تاہم لوگوں پر خوف طاری ہے۔

اسمبلی کی سلیکٹ کمیٹی نے مسودہ قانون کارخانہ جات میں ۵۴ گھنٹوں کے ہفتہ کی قرارداد منظور کر لی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ترمیم کی ہے کہ آئندہ ایسے کارخانوں میں جہاں پچاس سے زائد عورتیں کام کرتی ہوں۔ مزدور عورتوں اور بچوں کے استعمال کے لئے ایک موزوں کمرا رکھا جائے۔ نیز یہ کہ فیکٹریوں میں کام کرنے والی مزدور عورتوں اور بچوں کو کسی مشین کو صاف کرنے یا اس میں تیل ڈالنے کی اجازت نہ ہوگی۔

جاپان کے وزیر جنگ جنرل اراکی نے جن کی عمر اس وقت ۵۷ سال کی ہے استعفیٰ دیدیا ہے۔

جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق توقع ہے کہ ۱۰ اپریل کے قریب قریب بیک وقت انگلستان اور ہندوستان میں شائع ہو جائے گی۔

بہار میں دفاتر اور عدالتیں کھل رہی ہیں۔ بعض جگہ عدالتوں کے اجلاس کھلے میدانوں میں ہوتے ہیں۔ زلزلہ زدوں کی امداد کے لئے پٹنہ سے ۱۰ ہزار کمبل بھیجے گئے۔ مظفر گڑھ کی طرف گاڑیوں کی آمد و رفت جاری ہو گئی ہے۔

جرمنی میں فریمیسری تحریک کو نازی گورنمنٹ نے خلاف قانون قرار دیا ہے اس کے خلاف الزام ہے۔ کہ یہ تحریک خفیہ ہے اور دو صدیوں سے دنیا میں جاری ہے۔ ہندوستان اور انگلستان میں بھی اس کی شاخیں ہیں

زمین سے سورج کا فاصلہ معلوم کرنے کے لئے انٹرنیشنل اسٹرونامیکل یونین کے زیر اہتمام دنیا کے تمام حصوں کے سائنسدان سروے کر رہے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ جو فاصلہ پہلے معلوم کیا گیا ہے موجودہ فاصلہ اس سے چار گنا زیادہ صحیح ہو۔ اسی طریقہ سے چاند کے وزن کا تکلیف دہ سوال حل ہونے کی بھی امید ہے۔

ایک نیا ہوائی جہاز تیار کرنے کے متعلق لنڈن کی خبر ہے کہ یہاں کے ایک پروفیسر جے۔ ایس۔ ہلڈین نے ایک اخباری نمایندے کو بیان دیا۔ کہ ۱۲ ماہ کے اندر ایک ایسا ہوائی جہاز تیار ہو جائے گا۔ جس کے ذریعہ تین گھنٹے میں ہندوستان تک پہنچنا ممکن ہوگا۔

کیلے فورنیا میں کثرت باراں کے متعلق ۱۲ جنوری کی خبر ہے کہ ۵۰ اموات واقع ہوئی ہیں۔ ۳۰۰۰ ہزار مکانات زیر آب ہو گئے۔ کم از کم ۱۰ لاکھ پونڈ کی جائداد کو نقصان پہنچا ہے۔ کئی مقامات میں ۱۲ انچ بارش ہوئی۔

ملتان میں اونٹوں کے دنگل کا انتظام ۲۲ جنوری کو کیا گیا۔ کشتی میں اونٹوں نے ایک دوسرے کے خلاف دانت اور ٹانگیں استعمال کیں۔ جو کشتی سب سے زیادہ دیر تک لڑی گئی۔ وہ تقریباً ۳ منٹ تک جاری رہی۔ ابھی یہ دنگل جاری ہی تھا۔ کہ ایک اونٹ باؤلا ہو کر تماش بینوں کی طرف بڑھا۔ جس سے ایک کھلبلی مچ گئی۔ آخر اونٹوں کے مالکان کے درمیان بھی فساد ہو گیا۔

چمن میں کڑاہ پرشاد پر ہندوؤں اور سکھوں میں ۲۰ جنوری کو فساد ہو گیا۔ ہندو کہتے تھے کہ کڑاہ پرشاد میں کیسر ہم ڈالینگے اور سکھ کہتے تھے۔ کہ ہم ہندوؤں کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ لڑائی میں ۵ ہندوؤں کو چوٹیں آئیں۔ زخمیوں کو ہسپتال پہونچایا گیا

زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے وائسرائے کی طرف سے جو ریلیف فنڈ کھولا گیا ہے۔ اس میں ۲۳ جنوری تک پونے دو لاکھ روپیہ جمع ہوا۔ اس میں سے ۵۸ ہزار روپے کی رقم فوری امداد کے لئے گورنر بہار کو ارسال کر دی گئی ہے۔

پنجاب کونسل کی اس نشست کے لئے جو خان بہادر شیخ دین محمد صاحب کے ملازم ہو جانے کی وجہ سے خالی ہوئی۔ امیدواروں کے ۲۲ جنوری کاغذات نامزدگی داخل ہوئے۔ انتخاب ۵ سے ۸ فروری تک ہوگا۔

ایجنٹ ای۔ آئی۔ آر نے چیف کمشنر ریلوے بورڈ کے نام ۲۳ جنوری کو یہ تار ارسال کیا ہے۔ کہ جمال پور ورکشاپ میں کل اوسط حاضری ۸۴ فی صدی تھی۔ اکثر کلرک اس وقت تک غیر حاضر ہیں۔ صرف تین دکانیں بند تھیں۔ ان میں سے بھی دو اختتام ہفتہ تک کام شروع کر دیں گی۔ تیسری بھی بعد میں باقاعدہ کام شروع کر دے گی۔ مکانات کی مرمت وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے۔

قاہرہ کی ۲۲ جنوری کی خبر ہے کہ عربی اخبار "السیاست" کے وقائع نگار خرطوم کے بیان کے مطابق مسلح کاروں اور کلدار مشینوں کا ایک دستہ خفیہ طور پر خرطوم سے شمالی علاقہ کو بھیجا گیا ہے افواہ ہے کہ عربوں نے سوڈان کی شمالی سرحد پر حملہ کر دیا ہے۔ مذکورہ بالا مہم ڈنگولا کو بھیجی گئی ہے۔ جہاں سے وہ دار العرب کو عربوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جائے گی۔

واشنگٹن ۲۳ جنوری وزارت خزانہ نے اعلان کیا ہے کہ حکومت ایک ارب ڈالر کا قرضہ لے رہی ہے۔ اس میں سے آدھا قرضہ ڈھائی فیصدی کی سرکاری کفالتوں کی صورت میں ہوگا۔ جو ۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو واجب الادا ہوگا۔ اور باقی نصف ڈیڑھ فی صدی کی ششماہی سرٹیفکیٹوں کی صورت میں ہوگا۔ جو ۱۵ ستمبر کو واجب الادا ہوگا۔

لارڈ لنڈیری وزیر پرواز برطانیہ ۲۳ جنوری کو کوئٹہ سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے۔

جمال پور کے ریلوے ورکشاپ کے متعلق پایونیر نے لکھا ہے کہ اس بات کا قوی امکان ہے۔ کہ اسے لکھنؤ تبدیل کر دیا جائیگا۔ جمال پور کے بعد ریلوے ورکشاپ کا بڑا کارخانہ لکھنؤ میں ہے۔

نہاس پاشا سابق وزیر اعظم مصر کے متعلق قاہرہ کی ۲۳ جنوری کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے موٹر میں سوار ہو کر نبی الاصل پہونچنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن حکام کو ان کے اس ارادہ کی خبر ہو گئی انہوں نے خندق کے پل اٹھا کر راستہ مسدود کر دیا۔

گاندھی جی نے تماولی میں ۲۴ جنوری کو تقریر کرتے ہوئے زلزلہ کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ "پرماتما نے ہمارے گناہوں کی سزا دینے کے لئے یہ تباہی بھیجی ہے۔" مگر مصیبت زدہ لوگوں کو کسی قسم کی امداد دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس کام کو ترک نہیں کر سکتا جو پرماتما کے حکم سے شروع کر رکھا ہے۔"

(ملاپ ۲۶ جنوری)

صوبہ سرحد میں لوگوں کو سستی بجلی مہیا کرنے کے لئے پشاور کی ۲۳ جنوری کی خبر کے مطابق حکومت سرحد ایک ہائیڈرو الیکٹرک سکیم

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر:۔ غلام نبی